سالانہ قیمت تین روپیہ آٹھ آنہ (عہ)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹

نور افشاں

پروفیسر محمد اسمٰعیل ایم۔اے
ٹمپل وارث روڈ۔ لاہور } ایڈیٹر انچیف

پادری غلام مسیح صاحب
میکلوڈ روڈ۔ لاہور } اسسٹنٹ ایڈیٹر

پادری ڈبلیو۔ جے کلارک صاحب
ایم۔اے ایمپرس روڈ۔ لاہور } مینیجر

خط و کتابت و ترسیل زر وغیرہ بنام مینیجر صاحب ہونا چاہیے۔ تمام مضامین و اشتہارات وغیرہ برائے اندراج کاغذ کے ایک طرف تحریر کرکے بنام ایڈیٹر ارسال فرماکر مشکور فرمائیں۔

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آکے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے۔

جلد ۴۵	ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ ۱۵ جنوری ۱۹۲۶ء	نمبر ۳

موسم سرما

جناب منت کے قلم سے

رُت گئی برسات کی سرما کا موسم آگیا
ململ آدھی شربتی تنزیب میں اکڑے جو کل
کوئی کمل میں ہے مست اور کوئی شالوں میں مگن
ہو گئے برسات اور گرمی کے جھنڈے سرنگوں
عام تر وہ نسخ ہے ٹھنڈی آگ کا جاڑے کے دن
ہضم ہو جاتے ہیں کھانے آجکل ہر قسم کے
کاٹتی ہے کان جاڑے کے بھی پالے کی چھری
لرزہ بر اندام ہے کیوں آسماں پر آفتاب
ہندو و مسلم مسیحی بن گئے آتش پرست
فصل کی ترکاریوں سے سبزی منڈی اٹ گئی
برف خونی پڑ رہا ہے دھوپ کا ہے رنگ زرد
جم گئے سردی سے ہر اک قطرہ دُرِ غلطاں بنا
ہیں یہ سرما کے معاون ابر و باراں و ہوا
شب سمندر کا ہے پاٹ اور رہ گیا دن بوند بھر
کیا لکھوں کیسے لکھوں یہ سیدھی ہوتی ہی نہیں

بے سر و ساماں سر و ساماں کا عالم آگیا
آج سردی سے ہے اُن کی پشت میں خم آگیا
کیوں بڑھے کشمیر کیا بنگال کچھ کم آگیا
دیکھا جب اُڑتا ہوا سردی کا پرچم آگیا
خاص تر بنکر انگیٹھی گو جہنم آگیا
جانیں کیا اس معدہ کو چورن فراہم آگیا
اس کے دم خم سے ہے اُسکی ناک میں دم آگیا
اس پہ بھی حملہ کو کیا سرما کا عَلَم آگیا
آگ کا کرنے کو ہر ایک خیر مقدم آگیا
سویا پالک گاجر آلو گوبھی شلجم آگیا
جان جب گرمی کی نکلی جاڑے میں دم آگیا
تا سرِ مژگاں جو اشک اے چشمِ پُرنم آگیا
ہو کے اِن اربع عناصر سے مجسم آگیا
یم میں کوزہ آگیا اور کوزہ میں یم آگیا
منت اپنی انگلیوں میں ٹھر سے ہے خم آگیا

ایک قابل غور مضمون

ہم صدق دل سے لیڈرانِ قوم کی توجہ پروفیسر ای۔ چارلس بھٹی کے مندرجہ ذیل مضمون کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ وہ جلد سے جلد مسیحی بیکاروں کی طرف اپنی کوششوں کا رُخ پھیریں۔ وقت پر صدائے احتجاج بلند کی گئی ہے۔ ایڈیٹر۔

گذشتہ نمبر میں۔ ایک نہایت ہی قابلِ غور مضمون ایک مسیحی گریجوایٹ کی قلم سے ہماری نظر سے گذرا۔ آپ نے طالبانِ روزگار کی پریشانی اور سرگردانی کے متعلق پُردرد الفاظ میں تحریر کیا۔ اس میں ہرگز کلام نہیں کہ ملازمت کا ملنا دن بدن زیادہ دشوار ہوا جا رہا ہے۔ تعلیم یافتوں کے شمار میں ہزاروں کی تعداد میں ہر سال اضافہ ہو رہا ہے۔ اُدھر سفارش اور لحاظ کا دور دورہ ہے۔ باوجود سرکاری اعلانوں کے لحاظ اور سفارش کا اثر اُسی انداز پر چلا آتا ہے اور رتی بھر کمی نظر نہیں آتی۔ مشن کی ملازمت کی دشواریاں اور پیچیدہ ہیں۔ ملازمت کا ملنا اول تو شخصی مرضی پر منحصر ہے اور دوسرے مصلحتاً اور مشورتی اہلکار شخص اُلٹی سیدھی مشنری صاحبان کے گوش گذار کر دیتے جس کی طفیل کئی نوجوان روزگار سے رہ جاتے ہیں۔ اکثر اوقات قابل اور لائق نوجوان پریشان پھرتے نظر آتے ہیں اور ناقابل اور نالائقوں کو کام ملجاتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہر دو سرکاروں لحاظ و سفارش کا سکہ چلتا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ ہماری مشن کی سرکار میں چاپلوسی اور تملق کے سکے کا رواج یوماً فیوماً زیادہ وسعت پا رہا ہے۔ جس کی وجہ سے سیدھے سادھے سلیم الطبع نوجوانوں کو بہت دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بے کالجوں سے

اعلیٰ اصولاتِ زندگی سیکھ کر نکلتے۔ لیکن جب دنیا میں قدم رکھتے ہیں تو حالات بالکل مختلف دکھائی پڑتے۔ اکثر روٹی بوٹی کی خاطر ان اعلےٰ اصولوں کو ترک کرنا پڑتا ہے۔ انسان میں کسی نہ کسی طرح سے پیٹ پالنا کرنی ضرور ہے۔ ہاں نکما شوابو جو غنیر ثواتق پر نظر آتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان دشواریوں کی طرف منہ اٹھا کر دیکھتے ہیں اور باوجود اُن کی تمام اصلیت اور وجود سے واقف ہو جانے کے بھی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہیں۔ خاکسار کی یہ دست بستہ گذارش ہے کہ ہماری جماعت کے تمام لیڈر اور رہنما اپنی توجہ کو ذرا اس طرف بھی مبذول کریں۔ ان نوجوانوں کو تھوڑی سی امداد مل جایا کرے تو اُن کے بگڑے کام سدھر جائیں۔ ہماری جماعت میں خدا کے فضل سے بڑے بڑے ذی اقتدار اور صاحبِ اثر و رسوخ اصحاب موجود ہیں جو کہ اگر چاہیں تو مدد کر سکتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ اس چھوٹے سے گروہ کی طرف بالکل بے اعتنائی سے پیش آتے ہیں

اگر ہر ایک ضلع میں ایک ملازمت تلاش کرنے والی کمیٹی ہو جو کہ بے کار نوجوانوں کے نام اپنے پاس ہمیشہ رکھے اور اپنے ضلع بھر میں بذریعہ خط و کتابت تمام دفاتر اسکولوں، کالجوں اور دیگر صیغوں سے پتہ منگواتے رہا کریں کہ آیا اُن کو کسی لائق نوجوان کی ضرورت ہے۔ اگر ان تمام محکموں کے منتظموں کو اس کمیٹی میں کامل اعتماد اور بھروسہ ہو جاوے کہ وہ ہمیشہ قابلِ اعتبار نوجوان دیتے ہیں اور نیز ہر ایک آسامی کے مطابق اُسی قابلیت کا شخص دیا جاتا ہے تو وہ ہمیشہ بوقت ضرورت خود درخواست کرینگے۔ ہر ایک محکمے اور صیغے میں قابل نوجوانوں کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی ایسا طرزِ عمل اختیار کیا جاوے تو قرینِ مصلحت ہوگا۔ میں ناظرین کی توجہ ڈاکٹر ناصر کے قرارداد کی طرف کھینچنا چاہتا ہوں۔ جو پنجاب کرسچن کانفرنس کی انتظامیہ کمیٹی منعقدہ گوجرانوالہ میں منظور ہوا۔ اس کی ایک نقل ہر ایک ضلع کے ذی رسوخ لیڈرز کو ارسال کی گئی تھی۔ اگر ہمارے لیڈر ذرا زیادہ دلچسپی لینی شروع کر دیں تو۔۔ کوئی بڑی بات نہیں۔ جماعت کے سب کام سدھرتے نظر آوینگے۔ لیکن اگر ہماری رہنمائی اور لیڈرشپ صرف مجلسوں اور اجلاس تک ہی محدود ہے تو بس پھر ترقی کی تمام ہے۔ ہم بیسیوں قرارداد اور ریزولیوشن بڑے بڑے لمبے چوڑے منظور کرتے بڑی بڑی تقاریر کی جاتیں بڑے بڑے گرم جذبات کا اظہار کیا جاتا جس سے اکثر یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ بس بنی نوع کی صلاحیت اور بہبودی کا تمام بیڑا ان مقرروں کے شانوں کا ہی بوجھ ہے۔ لیکن اجلاس سے باہر جا کر سب تقاریر زمانۂ ماضی کی حکایات اور سرگذشتیں بن جاتی ہیں۔ آپ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم قومی خدمت کر رہے ہیں ذرا اس جانب بھی اپنی خدمت کی عنان کو موڑ دیجئے۔ حقیقی رہنما وہ ہے جو بھیڑوں کے آگے آگے چلتا ہے۔ غم میں بے عزتی میں تکالیف میں رنجوں میں اُن کے ساتھ شریک۔ بھیڑوں کو آوازے سے ہانکنا نہیں اور نہ ہی شور و غل سے اُن کو چونکانا ہے۔ ہاں کبھی کبھی ان باتوں کی بھی ضرورت پڑتی ہو لیکن موقعہ اور محل کے مطابق۔ پس رہنما کو اپنی بھیڑوں کے ساتھ عملی ہمدردی کرنی چاہئے۔ لفاظی سے کسی کا کچھ نہیں بنتا۔ کیا آپ محتاج طالبانِ روزگار کے آگے آگے کبھی چلے ہیں؟ کیا آپ نے تلاشِ روزگار میں ان تلاشیوں کی امداد و معاونت کی ہے؟ اگر اب تک آپ نے اُن کے لئے کچھ نہیں کیا تو آپ نے ایک بڑے بھاری خدمت کے موقعے کو ہاتھ سے جانے دیا۔

وہ نوجوان جو بے روزگار پھرتے آپ کو دکھائی دیتے ہیں وہ ایک عجیب کشمکش کی حالت میں مبتلا ہوتے ہیں اُن کی جملہ امیدوں اور محنتوں کا ثمر اُن کو نظر نہیں آتا اُن کے تمام نصب العین خاک میں ملجاتے اور آپ صرف چند لمحوں کے لئے اُن کے پاس بھرے الفاظ گوش گذار کریں تو اگر آپ میں رتی بھر بھی انسانی حب کا جذبہ ہوگا تو آپ بے اختیار ہو کر اُن کی امداد کے لئے کمر بستہ اور مستعد ہو جائینگے۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ ان کو کوئی چارہ ساز نہیں ملتا اور نہ ہی کوئی غمگسار ملتا ہے جو کسی آسامی پر تعینات ہو اسکی خاطر تواضع کی جاتی۔ اُسی سے سلام و دعا کیا جاتا۔ کرسی دی جاتی اور چائے کا پیالہ بھی آ جاتا۔ لیکن جو بے روزگار ہوتے ہیں اُن کی ملاقات سے بالعموم کنارہ کشی ہوتی ہے کہ کہیں غریب امداد کے لئے طلبگار نہ ہو۔ میں کسی خاص شخص سے مخاطب نہیں۔ ہم سب اس قصور کے مرتکب ہیں اور اس طرزِ عمل پر اکثر عملدرآمد ہوتا ہے۔ ہم اپنے آپ کو لیڈر تو کہتے ہیں لیکن لیڈرشپ کے فرائض کو ادا کرنے سے کوسوں بھاگتے ہیں۔ اگر آپ عظمت اور عزت کے طلبگار بھی ہوں تو یہ سب سے مضبوط زینہ اس نصب العین کی طرف بھی خدمت ہے۔ اگر آپ اس خدمت کو راستبازی کی چیزوں کی فہرست میں داخل کر دیں تو پھر یہ سب چیزیں تمہیں مل جاوینگی"۔ آخر میں میں اپنی درخواست کو مکرر پیش کیا چاہتا ہوں کہ بے روزگار نوجوانوں کے لئے کوئی خاص مستقل انتظام کیا جاوے تاکہ اُن کو بہت بڑی امداد مل سکے۔

خاکسار۔ ای۔ چارلس بھٹی۔ ایم۔ اے۔ ایف۔
آر۔ ای۔ ایس

کلکتہ میں جب ماڈریٹ کانفرنس کا اجلاس ہوا تھا تو اُس کی کارروائی کے ساتھ ڈیلیگیٹوں کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ مسٹر بی۔ ایل۔ متر ایڈووکیٹ جنرل بنگال بھرے اجلاس میں کرسی پر بیٹھے خراٹے لے رہے تھے۔ لیکن اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ ماڈریٹ لیڈران کے متعلق عام طور پر یہ بات مشہور ہو رہی ہے کہ وہ آرام کرسی کے پالیٹیشن ہیں۔ مسٹر متر اس کا صرف عملی مظاہرہ کر رہے تھے۔ (بندے ماترم)



نور افشاں

مطبوعہ ۱۵ جنوری ۱۹۲۶ء

مجھ سے جدا تم کچھ نہیں کر سکتے

یہ الفاظ خداوند یسوع مسیح کے ہیں جو اس نے اپنے شاگردوں سے فرمائے تھے اور ہر ملک و قوم کے لوگوں کے لئے انتہائی معانی کا ہدایت نامہ ہیں۔

یسوع مسیح کے شاگردوں سے زیادہ رومی سلطنت میں عاجز و لاچار کوئی گروہ نہ تھا۔ یسوع مسیح نے انکو دنیا میں عظیم الشان کام کرنے کا حکم فرمایا تھا کہ وہ دنیا میں انجیل کی منادی کریں اور دنیا کی اقوام کو اس کا شاگرد بنائیں۔ اس عظیم الشان کام کی کامیابی اس بات پر منحصر رکھی تھی کہ وہ آپس میں ایک ہوں اور کہ وہ سب یسوع مسیح سے پیوستہ ہوں۔ ان کو صفائی سے تبلا دیا گیا تھا کہ تم مجھ سے جدا ہو کر کچھ نہیں کر سکتے ہو یسوع مسیح کے شاگردوں نے جو کچھ دنیا میں کر کے دکھایا وہ بیان کا محتاج نہیں ہے۔

یسوع مسیح کا فرمان اہل ہند کے لئے بھی یہی ہے

سالہا سال سے ہندوستان میں محبان وطن کچھ کرنے کے لئے فکرمند ہیں۔ ان کے پروگرام میں ہندوستان کی اعلیٰ فلاح و بہبودی کا خیال پایا جاتا ہے۔ لیڈران قوم بغیر یسوع مسیح کے اپنی حکمت عملیوں سے۔ اپنے تدبر اور اپنی سیاست دانی سے اہل ہند کو اس اعلیٰ فلاح و بہبودی کا وارث بنایا چاہتے ہیں۔ ہر سال ان کے پروگرام بدلتے ہیں۔ ہر سال اُن کے تدبر کی خامی اُن پر ظاہر ہوتی ہے۔ ہر سال نئے نئے پروگرام بنائے جاتے ہیں لیکن اہل ہند کو فلاح و بہبودی کی جگہ سراسر نقصان ہی حاصل ہوتا ہے وہ صرف پلیٹ فارموں پر تقاریر کر کے ۳۲ کروڑ بنی آدم کی فلاح و بہبودی پیدا کر کے دکھا دینا چاہتے ہیں انہیں یسوع مسیح کا کبھی خیال تک نہیں آتا جو انسانی زندگی کا مشکلکشا ہے۔ وہ یسوع مسیح سے جدا ہو کر سب کچھ کر کے دکھا دینا چاہتے ہیں۔ لیکن کچھ نہیں ہوتا ہے۔

کانپور میں آل انڈیا کانگرس کے اجلاس

بلاشک نہایت سرگرمی سے ہوئے ۲½ درجن کانفرنسز ہوئیں۔ تمام ہند کے رہبر و رہنما گرما گرم تقاریر کرتے رہے سوراجیہ پارٹی غالب اور رہبر ہو گئی۔ گورنمنٹ سے سوراجیہ کے حصول کے لئے نئی تجاویز کی گئیں۔ سول نافرمانی کے بھوت پر پھر اعتماد ظاہر کیا گیا۔ گو یہ سب کچھ ہو چکا ہے پر تو بھی کچھ نہیں ہے۔ یہ تمام تدابیر اور کوششیں یسوع مسیح سے جدا ہونے کی جد و جہد ہیں۔ ان سے نہ صرف مقصود حاصل ہونا دشوار ہے بلکہ زیادہ نقصان کا احتمال ہے۔

ہند کی فلاح و بہبودی یسوع مسیح میں ہے

ہند کا پہلا کام سوراجیہ کی تلاش نہیں۔ پر خدا اور اس کی راستبازی کی تلاش ہے۔ اس کی بادشاہت کی جستجو ہے۔ ہندوستان کو سوراجیہ انگلینڈ نہیں دے سکتا۔ نہ تلوار و جنگ دے سکتا ہے۔ پر ہند کا سوراج خدا کے اختیار و اقتدار میں ہے۔ خدا ہند کا اصل مالک و شہنشاہ ہے۔ اہل ہند کو پہلے اس کی تلاش کرنا ہے۔ اس کی بادشاہت اور راستبازی کو ڈھونڈنا ہے جب خدا اور اُسکی بادشاہت و راستبازی ہماری ہو گئی تو ایک سوراجیہ نہیں کروڑوں سوراجیہ ہمیں مل جائینگے۔ ہم اس بات کو فراموش نہ کریں کہ ہم یسوع مسیح سے جدا ہو کر کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔ نہ ۳۲ کروڑ بنی آدم کا یسوع مسیح سے باہر اور جدا اتحاد ممکن ہے۔

کیا یہ سچ نہیں کہ

ہندوستانیوں کو غیر ملکی حکومت پر اس قدر اعتماد ہے کہ اس کا ہزارہواں حصہ بھی ہندوستانی کو ہندوستانی پر نہیں ہے۔ کیا یہ جھوٹ ہے کہ جس قدر نقصان ہندوستانی کو ہندوستانیوں کے ہاتھوں سے ہوتا ہے اس کا عشر و عشیر بھی غیر ملکی حکومت کے حکمرانوں سے نہیں ہوتا ہے۔ اہل ہند میں وہ فراخدلی اور بلند حوصلگی اور وسعت خیالی کب ہے۔ جو غیر ملکی حکومت کے حکمرانوں میں پائی جاتی ہے۔ اگر پوچھو تو ہماری مصیبتوں سے اگر ۲۰ فیصدی غیر ملکی حکومت کی پیدا کردہ ہیں تو ۸۰ فیصدی ہماری خود پیدا کردہ ہیں نفاق و جدائی اور باہمی نفرت و بد اعتقادی کے تمام بچے بچونگڑے اہل وطن کے عزیز مخلوق ہیں۔ ہندوستان کو جس قدر یسوع مسیح کی ضرورت ہے اس قدر ضرورت آج کے دن کسی دوسرے ملک کو نہیں ہے۔ اس پر ہماری بدحالت کا یہ عالم ہے کہ اسی سے جدائی ہموطنوں کی سب سے بڑی اور عظیم الشان نیکی ہے۔ جس کے ساتھ حصول سوراجیہ کی بھی دھن لگی ہوئی ہے۔ مگر یسوع مسیح کا یہ ارشاد باطل نہیں ہو سکتا کہ تم مجھ سے جدا کچھ کر نہیں سکتے۔

اکسفورڈ ۱۰ جنوری۔ سر الفریڈ مونڈ جو مسٹر لائڈ جارج کی وزارت کے سربرآوردہ رکن تھے اور اُن کے گہرے یار غار سمجھے جاتے تھے۔ آجکل مسٹر لائڈ جارج کی زراعتی پالیسی کی سخت نکتہ چینی کر رہے ہیں اور حال ہی میں اُنہوں نے ایک جگہ تقریر کرتے ہوئے اس امر کے خلاف ایک زبردست صدائے احتجاج بلند کی ہے کہ مسٹر لائڈ جارج کی اصلی یا ترمیم شدہ تجاویز متعلقہ اراضیات کی وفاداری کو ہی لبرل پارٹی سے وفاداری کا مترادف سمجھ لیا جائے اور کہا ہے کہ یہ صرف میں اپنی طرف ہی نہیں کہتا۔ بلکہ بہت سے اصحاب اور بھی اس بارے میں میرے ہمخیال ہیں۔

(دہندے ماترم)

جدید ٹرکی

جدید ٹرکی نے تمام ملک میں آجتک جو اصلاحات کی ہیں وہ دنیا کی نظروں میں کھپا چوندھ پیدا کرنے والی ثابت ہو رہی ہیں۔ ہمعصر آریہ گزٹ مطبوعہ ۴ جنوری لکھتا ہے

ترکی میں مادہ پرستی کا غلبہ

اگر مادہ پرستی کا ترقی میں شمار ہوتا ہے اور دیگر تمام باتوں کو نام نہاد تہذیب کی قربانگاہ پر بھینٹ چڑھا دینا چاہیے تو ہم جدید ٹرکی کے طریقہ کو حق بجانب قرار دیتے ہیں۔ یہ پڑھکر ہمیں رنج ہوتا ہے کہ ترکی حکومت اپنی تہذیب سے زیادہ امریکن تہذیب پر اعتقاد رکھتی ہے۔

ایک اخبار لکھتا ہے۔ مسلم ترقی مغربی مطمح نظر آزادی اور تعلیم کے جدید خیالات عورتوں سے تعلق جدید رسم ورواج مجلسی اور عبادتگاہوں کے انتظام کے متعلق نئے قوانین مرتب کرنے کے قالب میں اپنے آپ کو ڈھال رہی ہے۔ جدید وزیر تعلیم نے قسطنطنیہ کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے حسب ذیل خیالات ظاہر کئے۔

حکومت ترکیہ امریکن مدارس کی دوست ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے بچے امریکن مدارس میں جائیں اور امریکن تہذیب سیکھیں۔ جب سے حکومت ترکیہ نے اپنے مدارس کو دنیاوی بنا دیا ہے۔ اُس وقت سے محض پابندیاں جاتی ہیں ہم چاہتے ہیں کہ غیر ملکی مدارس بھی ایسا ہی کریں۔ ترکی ایک قوم ہے جو آج پیدا ہوئی ہے۔ اُسے مشرق سے سابقہ نہیں ہے جس طرح ایران اور ٹیونس کو ہے۔ بلکہ اس کے برعکس اسے مغرب سے سابقہ ہے۔ آپ کی کتابوں اور آپ کے اثرات سے ہی ہم نے وہ خیالات اخذ کئے جو جمہوریت کے قیام کی طرف ہم کو لے گئے۔ ہمارا رخ مغرب کی طرف ہے۔ دس سال قبل اگر ترک اپنے سر پر بجائے ترکی ٹوپی کے ہیٹ رکھ لیتا تو اس کا سر کاٹ ڈالا جاتا لیکن آج حالت بدل گئی ہے۔ ہم اس آسانی سے اس راستہ پر نہیں پہنچے ہیں۔ ہمیں اس کے لئے جنگ کرنی پڑی ہم نے اس کی بابت سکیمیں تیار کیں اور اس کے لئے جان دی اور اب ہم نے یہ راستہ اختیار کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ ہماری یہ خواہش ہے کہ ہمارے بچے امریکنوں کو جانیں اور امریکہ سے محبت کریں۔ آپ کے مدارس نئے ہیں ہم ان کے خواہشمند ہیں۔ آپ نے ہماری زمانہ ماضی میں مدد کی ہے۔ آپ کے مدارس آئندہ ہماری مدد کرینگے۔

ہمعصر الفضل مطبوعہ ۷ جنوری کی مندرجہ ذیل رائے ہو

ٹرکی کا دور جدید

"دی ڈیلی ایکسپریس" کے نامہ نگار مقیم قسطنطنیہ کا بیان ہے کہ انیسولی کے مقام پر مصطفٰے کمال پاشا نے ایک تقریر کے دوران میں کہا:۔

"جب میں وہاں سے گذرا تو میں نے دیکھا کہ عورتوں کے چہرے سربند یا نقاب سے ڈھکے ہوئے تھے اور جب کوئی مرد ان کے پاس سے گذرتا تو وہ جھینپ کر ایک طرف ہو جاتی تھیں۔ یہ کیسے اطوار ہیں! وہ وقت لد گئے جب اس قسم کی باتوں کی ترویج کی ضرورت تھی۔ اب تو ان سب فضولیات کو یکسر ترک کر دینا چاہئے اور ہمیں دوسری مہذب اقوام کے طور و طریق اختیار کر کے ان ہی جیسا بن جانا چاہئے۔

اسی پر بس نہیں بلکہ اس بات کا بھی اعلان کیا گیا ہو کہ انگورہ کی نیشنل اسمبلی کے موقعہ پر بعض ایسے قوانین بھی جو اسلام کے بعض بنیادی مسائل کو معرض استرداد میں ڈال دینگے پیش کئے جانے والے ہیں مثلاً کثرت ازدواج اور زنانہ و مردانہ لباسوں پر نمار وافیوں و پابندیاں۔

گویا مغرب کی یہ کورانہ تقلید حریت و آزادی کے اس خیال کے مطابق ہے جو آجکل ترکوں کی سیاسی زندگی کا روح رواں ہے۔ کیا یہ اس آزادی کا آئینہ ہے جس کے لئے ترکی اپنے تمام دل اور اپنی تمام طاقت سے سرگرم جدوجہد کرتی ہے۔ آہ یہ آزادی نہیں یہ خلیع الرسنی ہے یہ حریت نہیں یہ تباہی کی بنیاد ہے ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

نورافشاں۔ خواہ ہمارے معاصرین جدید ٹرکی اصلاحات کو کیسی ہی ترچھی نگاہ سے دیکھیں پر ٹرکی قدیم قیود و قوانین کی پابندی سے آزاد ہو کر مسیحی تہذیب و شائستگی کو پسند فرما چکا ہے۔ اس نے ایشیا میں پہلی مثال پیش کر کے باقی ممالک کو ترقی کی راہ پر گامزن ہونے کی دعوت دی ہے۔ کیا ہندوستان ٹرکی کی تقلید نہ کریگا؟

پنجاب جیل کمیٹی کا دورہ

جنوری ۱۹۲۶ء

۱۲ '' کے روز لاہور سے روانگی شام کے ۹½ بجے سے

۱۳ جنوری صبح کے ۵ بجے ۵۸ منٹ پر انبالہ رسائی

۱۳ جنوری شام کے ۹ بجے ۴۱ منٹ پر روانگی

۱۴ '' صبح کے ۶ بجے ۴۷ منٹ پر لاہور واپسی

(محکمہ اطلاعات)

امرتسر میں ۷ جنوری کو منعقدشدہ مسلمانوں کے ایک جلسہ میں مسٹر قریشی نے اعلان کیا کہ انہوں نے ڈاکٹر کچلو سے درخواست کی تھی کہ اخبار تنظیم کو روزانہ کی بجائے ہفتہ وار کر دیا جائے تاکہ غریب لوگ بھی اسے خرید کر پڑھ سکیں ڈاکٹر صاحب نے یہ درخواست منظور کر لی ہے۔ چنانچہ اب ہمعصر تنظیم میں باقاعدہ طور پر اعلان بھی کر دیا گیا ہے کہ یکم فروری سے اس اخبار کو ہفتہ وار کر دیا جائیگا

(بندے ماترم)



ہماری برادری میں انگشتری

امیری و غریبی ۔ عسرو یسر ۔ آسودگی اور تنگ حالی ترقیات تک بیلو ۔ بیلو چلی جائینگی نہ غریبی ہی لعنت ہے اور نہ ہی امیری میں کوئی بُرائی ہے ۔ خدا جس قدر دولت کسی کو دے اگر اس نسبت سے وہ دولت کا جائز . . استعمال کرنا جانتا ہو تو اتنا ہی وہ بابرکت ہوگی ۔ غریب کا فخر تو غریبی ہی پر ہے ۔ مگر دولتمند اگر دولت کو جائز طور پر استعمال میں لانے کی بجائے اس کی پرستش کرنا شروع کر دے تو اُس کی امارت و ثروت لعنت بنجاتی ہے چنانچہ اکثر متمول اصحاب زر پرستی اور زر اندوزی کی حرص و آز میں خدا کو بھی بھولجاتے ہیں ۔ قارون کا نام تو زمانہ قدیم سے ضرب المثل ہے ۔ لیکن اگر بغور دیکھا جائے تو آج قارون مزاج نفوس کی کمی نہیں ۔ پس ہر ایک شخص کے لئے واجب ہے کہ وہ زردار ہو تو ہو مگر زر پرست نہ ہو ۔ کیونکہ زر پرستی خدا پرستی کی صریح مخالفت ہے ۔

زرداروں میں دوسرا مرض

یہ ہے کہ وہ زر پرستی میں اس حد تک محو ہو جاتے ہیں ۔ کہ ان کی نظر میں بے زر اور غریب کی پرکاہ برابر پرواہ نہیں ہوتی ۔ اور زرداروں کو وہ معزز ۔ شریف ۔ نیک ۔ دیندار اور اعلےٰ درجہ کے انسان سمجھتے اور غریبوں سے نہایت بے حرمتی کا سلوک روا رکھتے ہیں ۔ یہ بُرائی اس قدر قابل نفرت ہے کہ خداوند کے کلام میں اس کا بڑے زور شور سے ذکر آیا ہے ۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

اے میرے بھائیو

"ہمارے خداوند یسوع مسیح کا جو ذوالجلال ہے ایمان ظاہر پرستی کے ساتھ مت رکھو اس لئے کہ اگر کوئی سونے کی انگوٹھی اور براق پوشاک پہن کر تمہاری جماعت میں آئے اور ایک غریب آدمی بھی میلے کچیلے کپڑے پہنے آئے اور تم اس مستعری پوشاک والے کی طرف توجہ کر کے اس سے کہو آپ یہاں اچھی طرح سے بیٹھئے اور غریب سے کہو وہاں کھڑا رہ یا یہاں میرے پاؤں کی چوکی کے پاس بیٹھ تو کیا تم نے آپس کی طرفداری نہ کی اور بدگمان حاکم نہ بنے؟" (خط عام یعقوب ۲ : ۱-۴)

جب ہم اس فرمان الٰہی اور اپنی جماعت کی جانب یکجا نگاہ ڈالتے ہیں تو مارے شرم کے ہماری گردنیں جھک جاتی ہیں ۔ بکلام اللہ تو فرماتا ہے کہ

"کیا خدا نے اس جہان کے غریبوں کو نہیں چنا کہ وہ ایمان کے دولتمند اور اسی بادشاہی کے جس کا اس نے اپنے پیار کرنے والوں سے وعدہ کیا وارث ہوں ۔ لیکن تم نے غریبوں کو بے حرمت کیا . . . . . اگر تم ظاہر پرستی کرو تو گناہ کرتے ہو ۔ (یعقوب کا خط عام ۲ : ۵-۹)

مگر ہم ہیں کہ انگوٹھی والوں کو اندر بلاتے اور مفلوک الحال سے ملنا گناہ میں شمار کرتے ہیں ۔ ہماری جماعت میں

کئی قسم کی انگشتریاں

پائی جاتی ہیں ۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بذات خود کوئی انگشتری بُری نہیں ۔ لیکن اگر دولتمند اپنی دولتمندی پر فخر کر کے غریبوں کو بنظر حقارت دیکھے اور ان سے نفرت سلوک کرے تو بیشک بُرا ہے ۔ ہمارے اس اصول کو ذہن میں عمدگی سے بٹھا لینے کے بعد ہمارے مضمون کی غرض و غایت کو سمجھ لینا آسان ہوگا اور کوئی غلط فہمی بھی نہ ہوگی ۔ انگوٹھیاں اچھی تو ہیں مگر اُن کی موجودگی سے کسی نئی بدی کی بنیاد نہ پڑنی چاہئے ۔

پہلی انگوٹھی دولت ہے ۔ ہماری جماعت میں دولتمند دولتمندوں سے ملنا باعث فخر سمجھتے ہیں اور غریبوں سے ملنا باعث ہتک ۔ ایک شخص جسکو کوئی نہیں پوچھتا اگر آج دولتمند ہو جائے تو سب اس کے حضور میں آحاضر ہونگے ۔ لیکن اگر ایک دولتمند پھٹے پُرانے کپڑے پہنکر کسی متمول کے گھر میں جائے تو یقیناً کوئی اُس سے ملنا گوارا نہ کریگا ۔ پُرانے وقتوں کی کئی کہانیاں اس قسم کی مروج ہیں کہ ایک بادشاہ غریب آدمی کے بھیس میں گیا اور کسی نے اُسے نہ پہچانا ۔ بعینہ آج ہماری پنجابی مسیحی جماعت کی حالت ہے ۔ کسی مسیحی کی قدر و منزلت اس بات پر منحصر ہے کہ وہ دولتمند ہو اور حالت یہاں تک پہنچی ہوئی ہے کہ اکثر لوگ کھلے طور پر کہہ دیتے ہیں کہ

کند ہمجنس باہمجنس پرواز
کبوتر با کبوتر ۔ باز با باز

یعنی ہمجنس کے ساتھ ہر پرندہ اڑتا ہے ۔ کبوتر کے ساتھ کبوتر اور باز کے ساتھ باز ۔ ایسے لوگ شیخ سعدی وغیرہ فارسی شعرا کو تو حق بجانب مانتے ہیں ۔ مگر کلام اللہ کے اس قول کو پس پشت ڈال دیتے ہیں کہ "پڑوسی کو اپنے برابر پیار کر" ۔ ہماری جماعت میں غریبوں کا کوئی پُرسان حال نہیں ۔ مگر کوئی غریب اگر فی الفور دولتمند ہو جاتا ہے تو وہ سب کا بھائی بنجاتا ہے ۔ دولتمند بے زروں کو پھاڑنے والے بھیڑیئے اور باز سمجھتے ہیں اور خود کو بے ضرر اور مسکین صورت کبوتر ۔

دوسری انگوٹھی ذات ہے ۔ یہ قباحت ابھی تک ہم میں عام پائی جاتی ہے کہ اعلےٰ ذاتوں کے لوگ ادنےٰ ذاتوں سے ملنے میں شرم و ہتک تصور کرتے ہیں ۔ میل ملاپ شادی و غمی اور تہواروں پر بھی اعلےٰ ذات کے لوگ اپنے ہم ذات ہی کو بلاتے ہیں ۔ بعض تو یہاں تک بڑھے ہوئے ہیں کہ ہندو و مسلمانوں کو شادی بیاہ اور دیگر تقاریب پر دعوتیں دیتے ہیں مگر اپنے اُن بھائیوں کو یاد نہیں کرتے جو چھوٹی قوموں سے سمجھے جاتے ہیں ۔ بعض ہیں جو اکثر اپنے ناموں سے نہیں بلکہ اپنی اعلےٰ ذاتوں ہی کے نام سے خود کو پکارا جانا پسند کرتے ہیں ۔ ذات پات کا اثر ہماری جماعت میں بہت کچھ باقی ہے ۔ اور یقیناً ہے جس قدر جلد

متروک العمل بنا دیا جائے بہتر ہے۔ کیونکہ مسیح یہی ترکھان ہو کر آئے تاکہ کوئی مسیحی ذات پر فخر نہ کرے اور مسیحیوں میں نہ یہودی رہے نہ یونانی نہ مختون اور نہ غیر مختون۔ مسیحی مذہب ذات پات کے امتیاز کا دشمن ہے۔ پس ذات پات کی امتیاز کو ماننے والا مسیحیت کا دشمن ہے۔

تیسری انگوٹھی رشتہ داری ہے۔ ہر جگہ یہ بات پائی جاتی ہے کہ تعداد اور تقول میں جس قدر کسی مسیحی کے رشتہ دار مزید ہوں اسی قدر اس کا لحاظ زیادہ کیا جاتا ہے اور یہی وہ ظاہر پرستی ہے جس کی آیات محولہ بالا میں بے حد مذمت کی گئی ہے۔ کاشکہ ہمارے برادران ملت کلام کی قدر کرنا سیکھیں اور مسایہ اہل مذاہب کی طرح ذاتوں کی برائی سے کلیسیا کو پاک وصاف کردیں۔ جس کے رشتہ دار زیادہ اور امیر لوگ ہیں۔ اس کی ہر بات کی برداشت کی جاتی ہو وہ جو بھی ناواجب حرکت کرے کسی کو کیا مجال کہ اس کا ذکر کر سکے۔ مگر جس کا کوئی نہیں اُس کو کان سے پکڑ کر باہر نکال دیا جاتا ہے اور حالت یہاں تک پہنچی ہوئی ہے کہ

۱۔ اگر امیر کے پاؤں پر مچھر تک کاٹ جائے تو سب جمع ہو جاتے ہیں اور غریب کیسا ہی بیمار جاں بلب ہو کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی۔

۲۔ اگر امیر باجرے کی روٹی کھائے تو یہ اس کی تفریح میں شامل۔

(۳) اگر وہ کوئی بڑے سے بڑا گناہ بھی کرے تو اُسکی وہ غلطی۔ مگر غریب کا گناہ ہوتا ہے۔

(۴) اگر وہ کسی پر صریح ظلم بھی کرے تو عین انصاف سمجھا جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ دولتمندی ہی شرافت، ایمان، نیکی اور بزرگی ہے اور غریب کا نہ ایمان نہ نیکی اور نہ کوئی بزرگی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حقیقی ایمان کمزور اور "ظاہر پرستی کا ایمان" نہایت طاقتور ہے۔

چوتھی انگوٹھی ڈگری ہے۔ جو لوگ کسی کالج سے بی۔ اے یا ایم۔ اے کی ڈگری پائے ہوئے نہیں ہیں اُن کو ہر جگہ یہی آواز سنائی دیتی ہے کہ "تو باہر کھڑا رہ۔ یا ہمارے پاؤں کی چوکی تلے بیٹھ جا"۔ ایک مسیحی خواہ حد درجہ کا نیک عقلمند اور متصف باصفات حسنہ کیوں نہ ہو اگر وہ ایم۔ اے یا بی۔ اے نہیں تو نہ اس کا مضمون پڑھا جاتا ہے نہ وعظ سنا جاتا ہے۔ اور نہ ہی کسی مجمع یا کانفرنس میں اس کی شمولیت یا مشورت کی ضرورت گردانی جاتی ہو جس قدر بڑی بڑی مذہبی مجلسیں اور سیاسی انجمنیں کانفرنسیں اور کمیٹیاں ہیں ان میں صرف ڈگری دار اصحاب ہی کی ملکیت وحدی بلا شرکت غیرے ہے۔ شاید یہ سمجھا جاتا ہے کہ غیر ڈگری یافتہ مسیحیوں میں دین و دنیا کے امور کو سمجھنے کی اہلیت واستعداد ہی نہیں۔ جن اقوام کی نسبت نیچ یا اچھوت اقوام ہونے کا فتویٰ لگایا جاتا ہے۔ ان میں سے بھی جو لوگ آگے بڑھے ہیں وہ بھی صرف وہی ہیں جنہوں نے کالجوں سے بی۔ اے اور ایم۔ اے کی ڈگریاں پائی ہیں۔ دنیوی تعلیم کو ترقی یاب بنانے کے لئے کالج کی تعلیم بہتر شئے تو ہے مگر غیر ڈگری یافتہ کو رائے صائب۔ عقل سلیم اور دانش وتمیز سے قطعی بے بہرہ قرار دینا وہی "ظاہر پرستی کا ایمان" ہے جس کی مذمت یعقوب کے خط میں کی گئی ہے۔ اور تو اور مذہبی شعبہ جات کی ملازمتوں میں داخلہ کا معیار بھی ڈگری کی ہی انگوٹھی ہے۔ اور اکثر اوقات اس کو سب سے زیادہ عزت دینے کے باعث ایمان۔ نیکی اور فطرتی دانشمندی اور خداداد لیاقتوں کو کہدیا جاتا ہے کہ "جا باہر کھڑی رہ یا ہمارے پاؤں کی چوکی تلے بیٹھ"

پانچویں انگوٹھی فیشن ہے۔ ضیافتوں۔ ٹی پارٹیوں۔ الوداعی اور استقبالی جلسوں۔ تہواروں اور دیگر مجلسی میل ملاپ کے مواقع پر انہی مسیحیوں کو دعوت دی جاتی ہے جو ولایتی لباس میں ملبس۔ انگریزی خواں اور چھری کانٹے سے کھانا کھانے میں مشاق ہوں اور آداب معاشرت مغربیہ (یعنی انگلش ایٹیکیٹ) کی ہر چھوٹی بڑی مد سے واقفیت تامہ رکھتے ہوں دیسی لباس سے حد درجہ نفرت۔ ملکی طرز پر سلام وکلام کرنے والوں سے پرہیز اور اردو یا پنجابی میں گفتگو کرنیوالوں کو وحشی اور بدتہذیب قرار دیکر اُن سے علیحدگی اور بیگانگی کا سلوک روا رکھا جاتا ہے اور مجلسی بزرگی اور لیڈری کا معیار کوٹ۔ پتلون۔ انگریزی آداب اور فیشن ایبل لباس پر موقوف ہے اور یہ حال قریباً ہر شہر وقصبہ میں جہاں کلیسیا پائی جاتی ہے صفائی سے ظاہر ہو رہا ہے۔ ہماری دانست میں نہ دیسی پوشاک والوں اور نہ انگریزی سوٹ والوں کا حق ہے کہ وہ دوسروں پر ہنسی مخول اڑائیں۔ دونوں لباس جہاں تک کہ وہ بدن کی صحت اور عصمت کے محافظ ہیں عمدہ ہیں۔ مگر ان میں سے کسی ایک کو انگوٹھی بنا لینا بُرا ہے۔ فیشن کی انگوٹھی کا عجیب راز ہے۔ اکثر اوقات دیکھا گیا ہے کہ جب بڑے لوگ کچھ جرأت یا کسی غرض سے کام لیکر غیر فیشنی بھائیوں کو اپنی مجالس میں بلا بھی لیتے ہیں تو تمام فیشنی اصحاب کو جو (۱) دولت (۲) ذات (۳) رشتہ داری (۴) ڈگری اور (۵) فیشن کی انگوٹھیاں اور لباس پہنکر آتے ہیں بڑی تعظیم وتکریم سے کہا جاتا ہے کہ "آئیے آپ یہاں (میز کے سامنے چوکی پر) اچھی طرح سے بیٹھئے"۔ اور مندرجہ انگوٹھیوں سے محروم غریب بھائیوں کو کہدیا جاتا ہے کہ بھئی وہاں کھڑے رہو یا یہاں میرے (فیشنی بھائیوں کے) پاؤں کی چوکی تلے (اس چٹان پر) بیٹھو۔

ہم نے اکثر یہ بات اور بجوتر کی مجلس دیکھی ہے کہ کوٹ پتلون والے تو کرسیوں پر براجمان چھری کانٹوں سے انگریزی کھانے اور انگریزی قسم کی مٹھائی اور کیک وبسکٹ کھاتے ہیں اور غیر فیشنی بھائی دری و چٹائی پر پیچھے اور نیچے بیٹھے



بوسہ چپاتی۔ موٹے چاول اور دیسی مٹھائی کھانے پر مجبور کئے جاتے ہیں۔ ادھر طلاپ کا بھی شہرہ کر دیتے ہیں اور اُدھر انگوٹھی والوں سے ظاہر پرستی کا سلوک بھی روا رکھنے کو ہاتھ سے نہیں دیتے اور عزت۔ جگہ۔ مسند اور کھانے وغیرہ میں ہر قسم کا امتیاز عمل میں لاتے ہیں۔ غرض اس قسم کی اور بھی

بہت اقسام کی انگوٹھیاں

ہیں جن کی طفیل سے کلیسیا میں امیر و غریب سے امتیازی سلوک رواج پڑ گیا ہے۔ اور یہ وہ بنیادی قباحتیں ہیں جو مسیحیوں اور غیر مسیحیوں دونوں کے لئے بہت بڑی ٹھوکر کا بھاری پتھر ہیں۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ ایسی بھی

مبارک اور صاف باطن ہستیاں

ہماری جماعت میں موجود ہیں جو امیر و غریب۔ عمدہ پوشاک والوں اور پھٹے پُرانے چیتھڑوں میں ملبوس بھائیوں میں سے کسی قسم کا امتیازی سلوک نہیں کرتے اور ہر ایک کو پڑوسی جان کر اپنے برابر سمجھتے ہیں اور ان کی اس نیک اور قابل نمونہ روش پر جس قدر بھی فخر کیا جائے کم ہے وہ امیروں کی برائیوں پر اتنی جرأت اور صفائی سے منہ کھول سکتے ہیں۔ جتنا کہ غریبوں کی کمزوریوں کے خلاف اور وہ ظاہر پرستی کے ایمان سے (جسے مہذب ڈاکوؤں کی اصطلاح کی "پالیسی" یا "حکمت عملی" کے بظاہر بے ضرر نام سے پکارا جاتا ہے) دل و جان سے نفرت کرتے ہیں۔ خدا سب مسیحیوں کو توفیق دے کہ وہ اس الٰہی اصول کو جان لیں کہ

بدن میں وہ عضو جو زیادہ کمزور معلوم ہوتے ہیں بہت ضروری ہیں۔۔ تم مل کے مسیح کے بدن ہو اور جدا جدا عضو ہو۔" (۱ کرنتھیوں ۱۲ باب)

"ہم سب نے کیا یہودی کیا یونانی کیا غلام کیا آزاد ایک ہی روح سے ایک بدن ہونے کے لئے بپتسمہ پایا وغیرہ۔" (۱ کر۔ ۱۲ باب)

خدا کے لئے اور مسیح کے ذو الجلال نام اور صلیبی صعوبت کی خاطر ان فرضی انگوٹھیوں اور سادی شان و شوکت نہ رکھنے والے بھائیوں سے کسی قسم کی بیگانگی اور غیریت کا سلوک نہ کرو بلکہ یہ سمجھو کہ

"نہ یونانی ہے نہ یہودی۔ نہ ختنہ نہ نامختونی نہ بربری نہ اسقوتی نہ غلام نہ آزاد پر مسیح سب میں سب کچھ ہے۔" (کلسیوں ۳: ۱۱)

خادم

بنگال میں پنجاب میل ٹرین کو گرانیکی کوشش

کلکتہ ۴ جنوری۔ سٹیٹسمین کو معلوم ہوا کہ ۳ جنوری کو علی الصباح پنجاب میل کو گرانے کی ایک اور کوشش کی گئی۔ جب ٹرین جنتی پل کے قریب جوراموں بلاک ہوس کے پاس پہنچ رہی تھی تو ڈرائیور نے محسوس کیا کہ انجن لائن پر کسی رکاوٹ کے ساتھ ٹکرایا ہے اور اُس نے فوراً انجن کو ٹھہرا لیا۔ دیکھا گیا کہ انجن کے کاؤ کیچر کو خفیف سا نقصان پہنچا ہے۔ لائن پر تلاش کرنے سے ایک بھاری بولڈر جو ایک سو ہنڈرڈ ویٹ سے زیادہ وزن کا تھا ملا اور اُس پر انجن کے ساتھ ٹکرانے کے صاف نشان موجود تھے۔ یہ خوش قسمتی کی بات ہے کہ انجن پٹڑی پر موجود رہا اور ٹرین پٹڑی سے نہیں اتری۔ کیونکہ یہ جگہ قریباً ۸ فٹ اونچی ہے۔ اگر ایسا حادثہ ہو جاتا تو سخت نقصان ہوتا۔ یہ واقعہ بھی اُسی جگہ کے قریب ہوا ہے جہاں ۱۹۲۴ء میں پنجاب میل کو تباہ کرنیکی کوشش کی گئی تھی۔

(بندے ماترم)

علی گڈھ ۶ جنوری۔ علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کی جوبلی کے موقع پر کل چار لاکھ چالیس ہزار روپیہ جمع ہوا ہے جس میں سے ایک لاکھ اسی ہزار روپیہ نقد ہے اور دو لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ کے وعدہ ہیں۔ مہاراجہ الور کی طرف سے ۲۵ ہزار روپیہ کے عطیہ کا اعلان کیا گیا ہے۔

(ا۔ ا)

خدا میں مخفی زندگی

زندگی اور اخفا کیا معنی؟ زندگی متحرک۔ اور اخفا میں رہے۔ مگر کلام اللہ اس مسئلہ پر روشنی ڈالتا ہے پڑھئے کلسیوں ۳۔ "کیونکہ تم مر گئے اور تمہاری زندگی مسیح کے ساتھ خدا میں چھپی ہوئی ہے۔" اس کے دو معنے ہو سکتے ہیں (ا) مر گئے اور وہ مردہ زندگی چھپی ہوئی ہے (ب) مر جانے سے جو زندگی مسیح کی موت کے مشابہ ہو گئی وہ چھپی ہوئی ہے۔ (ا) وہ گویا نئی زندگی کا بیج ہے۔ یہ جملہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اُس مردہ زندگی میں ہنوز امید باقی ہے اور اس لئے وہ زندگی بصورت بیج خدا میں چھپی ہوئی ہے کہ اُس کی نمائش نئی زندگی میں ہو۔ اسی زندگی کو مسیحی کی جلالی زندگی کہا گیا ہے۔ جو خدا میں چھپی ہے خدا ایسی آگ ہے جو بھسم کر دینے والی ہے۔ اس میں مردہ زندگی نہیں رہ سکتی۔ تمہاری زندگی کیسا مسیح کے ساتھ زندہ ہے جو خدا میں مخفی ہے۔ خدا نہیں چاہتا کہ تمہاری اس نئی مگر ابتدائی زندگی کو امراض و اسباب جسمانی دبا دیں۔ نہ ہی دُنیا کی لو اسے جھلس دے پس خبردار رہو کہ چند روزہ جسمانی حُسن کے چاند کی چاندنی اس کے خوبصورت پھولوں کو نہ مار دے۔ گناہ کی سردی کونپلیں نہ جھاڑ دے کہ دنیا کا سردار آئے۔ دیکھے اور اکھیڑنے کی کوشش کرے۔ ادھر اُدھر لاکھوں جھاڑیاں گرد و پیش ہو دے۔ جو اس نئی نباتی زندگی کے نونہال کی نشو و نما کو روک دیں اور وہ پھل دار گل زندگی نہ بن سکے۔ یاد رکھنا اسی زندگی کو عروج ہوگا جو مسیح کے ساتھ رہیگی۔ کیونکہ تم ڈالیاں ہو قائم رہو تاکہ پھل لاؤ۔ خواہ باغبان چھانٹ دے تاکہ اور زیادہ پھل لاؤ۔ ضرور خدا میں چھپے رہنا۔ بلکہ اپنی زندگی کو خدا میں چھپائے رکھنا کہ محفوظ

رہے۔ وہی مضبوط فصیل ہے۔ اس کے احاطہ سے باہر نہ جانا۔ اسی سے سیرابی اور شادابی ہوگی۔ کہ اس کا چشمہ اتقاد ہے۔ اس کے سوائے ایک پہلو یعنی رات ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا کی بادشاہت میں بچے رہنا۔ تاکہ بھیڑ یا بھیڑ خانے سے باہر بھاڑ نہ کھائے۔ اچھا گڈریہ اچھی چوپانی کر رہا ہے۔ اس کی حفاظت پر کفایت کرنا۔ بس اس مخفی زندگی کا خیال رکھنا۔ جو سیفٹی دیا سلائی کی طرح اپنے مصالح پر رگڑ کھا کر جلتی ہے۔ یہ ہے مخفی زندگی جو مسیح کے ساتھ چھپی ہوئی ہے اور وہ ہم مسیحیوں میں ظاہر ہے۔ پس ہر ایک مسیحی اپنی اپنی زندگی کو یسوع مسیح کی زندگی سے موافقت کرے۔ اس کی زندگی سے اپنی زندگی کو تطبیق دیوے۔ کیونکہ بہت ہیں جنکی زندگی یسوع مسیح کی زندگی کے خلاف ہو وہ دراصل مسیح میں مرے ہی نہیں بلکہ پرانی اور بطول اور مردہ زندگی جی رہے ہیں جو صرف اس جہان کی زندگی ہے۔ انہیں یسوع مسیح کی قیامت کی زندگی سے حصہ ملا ہی نہیں ہے۔

الف دین

جنوری ۔ ٹائمز آف انڈیا کو خبر ملی ہے کہ انڈین ریڈیو ٹیلیگراف کمپنی کو گورنمنٹ سے یہ اجازت مل گئی ہے کہ وہ لکھو کھا روپیہ کے سرمایہ سے ایک کمپنی یہاں براڈکاسٹنگ (لاسلکی ذرائع سے خبروں کی عام تشہیر) کی غرض سے قائم کرے۔ یہ کمپنی دو لاسلکی سٹیشن قائم کرے گی ایک بمبئی میں اور دوسرا کلکتہ میں:

(رہنمے مازم)

نئے سال کی خوشی میں ہر ایک سابقہ خریدار ایک نیا خریدار نور افشاں کے لئے مزید کوشش اور سرگرمی سے پیدا کرے۔

اجنالہ میں عید ولادت کی خوشی

اجنالہ اگرچہ بحیثیت خود ایک چھوٹا سا قصبہ ہے اور مسیحیوں کی تعداد بھی کم ہے۔ تاہم خوشی کے موقعوں پر دوسری جگہوں سے مقابلہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا۔ جب کبھی شہر فرحت نے خوشی کا شادیانہ بجایا۔ مسیحیان اجنالہ نے نعرہ لبیک لگا کر اُس کو خوش آمدید کہا۔ ہاں البتہ اگر محافظ کلیسیا یا چوپان گلہ سوتا ہو تو دوسری بات ہے۔

گذشتہ آٹھ یا نو سال کا عرصہ اجنالہ کی کلیسیا کے لئے مردہ دلی۔ خفتہ حالی اور کسی قدر بے پروائی کا زمانہ تھا۔ اگرچہ کلیسیائی دائرہ میں جھگڑے فساد کا شور و غل نہ تھا۔ تاہم وہ بیداری جسے روحانی بیداری کہیں تو زیادہ موزوں ہے۔ سرگرمی اور جوش مذہب اگر مردہ نہ ہو چکا تھا تو چراغ سحری کی طرح دو گھڑی کا مہمان ضرور تھا۔ یعنی کہ آتش جوش تبلیغ مذہب راکھ کی تہہ میں دب چکی تھی۔ جسکو از سر نو زندہ کرنے۔ جلانے اور بھڑکانے کے لئے کسی سرگرم خادم دین۔ ہوشیار چوپان کی اشد ضرورت تھی۔ آہستہ آہستہ کلیسیائے اجنالہ کی حالت بگڑتی جاتی تھی۔

امسال اجنالہ نے دوسری جگہ کی طرح کرسمس منانے میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ پادری محمد حسین کا اجنالہ میں قدم رنجہ فرمانا گویا لوگوں کے لئے بیداری کا ڈنکا اور خواب غفلت سے اُٹھنے کا زنگا تھا۔ پادری صاحب موصوف جرس کارواں کی طرح آئے۔ گویا ہر ایک کے کان میں یہ صدا گونج اُٹھی ؎

از جرس کارواناں آید صدا پیا پے

سوتا ہے کیوں او غافل دنیا کی دلدل میں

تا در

اور جب ہم خفتہ لوگوں نے صدائے جرس سنی تو ان کی حیرانی اور سراسیمگی کی کوئی حد نہ رہی اور جب ذرا بیدار ہوئے اور دوسری کلیسیاؤں کی طرف نظر اٹھائی تو معلوم ہوا کہ ؎

یاران تیز گام نے منزل کو جا لیا

اس امر سے تو عوام بخوبی آشنا ہیں کہ مدت سے زنانہ مشنری کام کا بیڑا اجنالہ سے اٹھ چکا ہے حالانکہ اس جگہ اس کام کا ہونا لازمی اور لابدی معلوم ہوتا ہے۔ اس وجہ سے مشن کمپونڈ کی رونق بھی کافور ہو چکی ہے اور اس کے بعد کرسمس یا عید ولادت غنودگی کے جھونکوں کی طرح گذرتا رہا۔ لیکن اس سال پادری محمد حسین نے پرانا لباس اُتار کر نیا لباس پہنا دیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ساون کی تازگی بخش بارشیں درختوں کے لبادہ اور پژمردگی کو سبز وردی اور خوشنمائی سے بدل دیتی ہیں بعینہ پادری صاحب موصوف نے لوگوں کی غنودگی کو بیداری سے مبدل کر دیا جس کا اظہار نہ صرف چند الفاظ سے ہوا بلکہ ظاہری خوشیوں سے اظہر من الشمس تھا

کرسمس ایو یعنی ۲۴ کی شام کو مسیحیوں نے اپنے اپنے گھروں پر روشنی کی جسکو دیکھنے کے لئے قرب و جوار سے لوگ آموجود ہوئے۔ اگرچہ ماہ تاباں اپنی مکمل شان سے جلوہ گر تھا تاہم مسیحیوں کی روشنی نے اُسے بادل میں منہ چھپانے پر مجبور کر دیا۔ غیر مسیحی اس دیپ مالا کی وجہ دریافت کرتے تھے جس کے جواب میں اُنہیں مسیح کی پیدائش کی کہانی سنائی جاتی تھی۔ کیا ہی خوب وقت تھا اور کیا ہی عمدہ طریقہ سے منادی ہوئی۔

اسی روز شام کو تمام گاؤں کے مسیحی مدعو کئے گئے تھے۔ یہ لوگ خداوند کی تعریف کے گیت گاتے۔ آتشبازی چلاتے اور باجے بجاتے ہوئے مشن کمپونڈ میں فراہم ہو گئے۔ وہ شام ایسی تھی جیسے کسی گھر میں شادی ہو۔ مسیحی مرد اور عورتیں خوشی کے گیت گاتے ہوئے خداوند کے گھر کے آگے بیٹھ گئیں۔

وہ رات انہوں نے گیت گاتے۔ دعا مانگتے اور آگ تاپتے ہوئے صرف کی اور علی الصباح یہ لوگ مسیحیوں کے گھروں میں گیت گاتے پھرے۔ طرفہ یہ کہ یہ اپنا انگریزی باجا اپنے ہمراہ لائے۔ جس سے شان دوبالا ہو رہی تھی۔

آخر بارہ بجے ٹھیک ۲ بجے کے گھنٹے نے شادمانی کی صدا بلند کی۔ تمام لوگ اپنی زرق برق کی پوشاکیں پہنے ہوئے آموجود ہوئے۔ لوگوں کی تعداد اس قدر تھی کہ گرجہ میں سمانا مشکل نظر آتا تھا۔ لہٰذا عبادت باہر دھوپ میں ہوئی۔ اس عبادت میں تقریباً ... لوگ شامل تھے۔ یہ آٹھ سال کے بعد پہلا موقع ہے کہ اتنی بڑی جماعت نے اکٹھی عبادت کی۔ یہ دن دیکھ کر مرحوم پادری صادق کا زمانہ یاد آ رہا تھا۔

علاوہ ازیں آپس میں دعوتیں ہوتی رہیں۔ مس بی صادق نے ۲۸ کی شام کو کرسمس ٹری کیا اور اپنی طرف سے مشن کمپونڈ کے تمام لوگوں کو انعام تقسیم کئے سوانگ دیکھ کر ہنستے ہنستے لوگوں کے پیٹ میں بل پڑ گئے ۲۹ کی شام کو جو طلبا تعطیلات صرف کرنے آئے تھے انہوں نے ایک مختصر سا کھیل (ڈرامہ) کیا اور چندہ فراہم کرکے پادری صاحب کو دیا تاکہ وہ گرجہ میں عام استعمال کے لئے کتابیں منگوائیں۔ کھیل بھی ایسا کہ چھوٹے بڑے سب ہنس ہنس کر حیران رہ گئے۔ اس کامیابی کے لئے ہم ان طلبا کو مبارکباد کہتے ہیں۔ پادری صاحب کے علاوہ ڈاکٹر شمس الدین صادق اور ان کی میم صاحبہ کی موجودگی بھی ایک برکت کا باعث تھی۔ ڈاکٹر صاحب واقعی ایک سچے مسیحی ہیں۔ اگرچہ آپ سرکاری ملازم ہیں تاہم مسیحیت کے جوش سے پُر ہیں۔ ان کی میم صاحبہ نے تمام باتوں میں بہت حصہ لیا اور ہر ایک کام ڈاکٹر صاحب اور ان کی میم صاحبہ کی مدد و امداد سے سرانجام ہوا۔ لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی رخصت کے صرف دو ماہ باقی رہ گئے ہیں

ناظرین کو اس مختصر اور نامکمل مضمون سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ مسیحیان اجنالہ میں کس قدر روحانی بیداری ہے اور نئے پادری صاحب کس جوش اور سرگرمی سے کام کر رہے ہیں۔ خداوند آپ کو طاقت دے کہ وہ اجنالہ میں مسیحیت پھیلانے میں کامیاب ہوویں۔ ہمیں امید ہے کہ آئندہ سال پادری صاحب اس سے بھی زیادہ ذوق اور سرگرمی سے عید ولادت منائیں گے۔ اجنالہ کو واقعی ایسے پادری صاحب کی ضرورت تھی۔

ن

بمبئی ۔ جنوری مسٹر جوزف بپٹسٹا صدر میونسپل کارپوریشن کو بمبئی گورنمنٹ سے ایک چٹھی موصول ہوئی ہے جس کے ذریعہ اس نے اپنی وہ چٹھی واپس لے لی ہے جو شہر بمبئی میں ابتدائی تعلیم کے اخراجات میں سرکاری حصہ کے متعلق بھیجی تھی اور اب کارپوریشن کو جیسا کہ حال ہی میں تجویز ہوا تھا گورنمنٹ سے یہ رقم وصول کرنے کے لئے اس پر نالش کرنے کی ضرورت نہ پڑے گی۔

(بندے ماترم)

کانپور کانگرس میں مسٹر شیام سندر چکرورتی نے ایک نہایت مذاقیہ تقریر کی تھی۔ جس میں آپ نے سوراجیوں کے عدم تعاون کا خاکہ ایک کہانی کے ذریعہ کھینچا تھا وہ یہ تھا کہ ایک دفعہ ایک مرد کی اپنی بیوی سے لڑائی ہو گئی۔ اور دونوں نے قسم کھا لی کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ نہیں بولیں گے اور اس طرح سے عدم تعاون کریں گے۔ لیکن جب روٹی کا وقت آیا اور روٹی تیار ہوئی تو مرد نے کہا

ہم نہ بولیں کسی سے اور ہم سے نہ بولے کوئی
روٹی اب تیار ہو گئی ہے کھا لیوے کوئی

بیوی نے مسکراتے ہوئے تھالی پکڑ لی اور بھوجن کھا لیا۔ جب رات کا وقت آیا تو بیوی نے .....
چارپائی ڈال کر بستر بچھا دیا اور کہا۔

ہم نہ بولیں کسی سے اور ہم سے نہ بولے کو
بستر ہم نے بچھا دیا ہے آ کر کوئی جائے سو

غرضیکہ اگرچہ دونوں نے نہ بولنے کی قسم کھا رکھی تھی لیکن دونوں نے عقلمندی سے عدم تعاون کرتے ہوئے بھی تعاون کی راہ نکال لی تھی۔

یہی حال سوراجیوں کے تعاون کا ہے۔ چوٹ تو واقعی خوب تھی اور کئی سوراجی شکر جھینپ گئے

(بندے ماترم)

کانپور کانگرس کے دنوں میں ہمارے ماڈریٹ بھائیوں نے کلکتہ میں اپنی ڈھائی چاول کی کھچڑی الگ پکائی تھی۔ اگرچہ باہر سے اس کانفرنس میں صرف ۸۰ کے قریب ڈیلیگیٹ شامل ہوئے تھے۔ ان میں سے اکثر اچھوت جاتیوں سے تعلق رکھتے تھے۔ شکر ہے ہمارے ماڈریٹ بھائیوں کو بھی جو ہمیشہ سرکاری محلوں کے خواب لیا کرتے تھے اپنے غریب بھائیوں کا بھی خیال آیا ہے۔ پرماتما کرے کہ ماڈریٹوں کے جلسوں میں ہمیشہ ہی حاضری کم ہوتی رہے تاکہ وہ اگر اور کسی طرح نہیں تو اسی طرح ہی اچھوت ادھار کی طرف عملی قدم اٹھا سکیں۔

(بندے ماترم)

نیویارک ، جنوری۔ امریکہ میں کوئلہ کے مزدوروں نے جو سٹرائک کر رکھی ہے۔ اس کے خلاف عوام میں سخت تکلیف اور نقصان ہو رہا ہے اور عوام مزدوروں اور کانوں کے مالکوں دونوں ہی کو اس تکلیف کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔

(بندے ماترم)

خبریں

بمبئی ۱۱ جنوری۔ پارسی کارپوریٹروں نے اپنی تائید میں ایک جلسہ منعقد کیا تھا۔ اس میں تقریر کرتے ہوئے سر ڈونشا ٹیٹ نے اس بات کے خلاف تنبیہ کی کہ پارسی ووٹروں سے یہ کہا جائے کہ وہ اپنے حلقوں سے پارسیوں کو منتخب کریں۔ فرقہ پرستی ہندوستان میں سیاسیات کے لئے ایک زہر ہے۔ پارسی اس سے الگ رہے ہیں اور آئندہ بھی انہیں اس سے الگ رہنا چاہئے۔

(ہند سے ماترم)

الہ آباد ۱۱ جنوری۔ نیشنل لبرل فیڈریشن آف انڈیا کی کونسل کے سکریٹری اور صوبجات متحدہ کی لبرل ایسوسی ایشن کی کمیٹی کے صدر مسٹر چنتامنی نے وائسرائے کے پرائیوٹ سکریٹری کو نیشنل لبرل فیڈریشن آف انڈیا اور لبرل ایسوسی ایشن کی کمیٹی کی طرف سے حسب ذیل تار ارسال کیا ہے:

میں وائسرائے اور اُن کی گورنمنٹ سے التجا کرونگا کہ انہیں اس وقت تک جنوبی افریقہ کے ایشیائیوں کے خلاف بل پر مزید غور کیا جانا ملتوی کرانے کی زبردست کوشش کرنی چاہئے کہ جب تک گورنمنٹ ہند کا وفد اپنی رپورٹ داخل نہیں کر دیتا اور اہل ہند کو اس پر غور کرنے کا موقعہ نہیں ملجاتا۔ صورت معاملات نہایت تشویش انگیز ہے۔ اور میں التجا کرتا ہوں کہ ہز ایکسیلنسی کی گورنمنٹ کو فوراً کارروائی کرنی چاہئے اور ہندوستانیوں کے ساتھ پورا انصاف کرنا چاہئے۔

(رر)

مدراس ۹ جنوری۔ ایک اچھوت ایک آریہ سماجی کے ساتھ مندر میں چلا گیا۔ اُس پر مقدمہ چلگیا۔ عدالت نے اُسے بری کر دیا اور فیصلہ میں لکھا کہ آریہ سماجیوں کو ہر ایک مندر میں جانیکی اجازت ہے۔

(رر)

بمبئی ۱۱ جنوری۔ امریکن اور یورپین جہاں گرد تاں کا پہلا گروہ بمبئی پہنچ گیا ہے۔ اُن میں سر آرتھر میور ابنسن مسٹر ایچ مارگنتھو سابق امریکن سفیر متعینہ ترکی اور آر تھراس سابق ایڈیٹر نیویارک ہیرالڈ بھی شامل ہیں۔ سر کلنجبے اور لیڈی ہیٹے بھی یہاں پہنچ گئے ہیں۔

(رر)

بمبئی ۱۱ جنوری۔ مسٹر لارنس کنیٹ نے بمبئی سے دہلی تک بذریعہ موٹر کار سفر کیا اور اگرچہ اس نے یہ راستہ پہلے صرف ایک بار دیکھا ہوا تھا۔ مگر اسے اس سفر میں صرف ۲۸ گھنٹے اور ۲ منٹ لگے۔

(رر)

مسٹر بپن چندرپال نے انگلشمین کے کالموں میں ایک مضمون لکھا ہے۔ جس کے دوران میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ سوراجی تو موجودہ اصلاحات سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ لبرل اور انڈیپنڈنٹ اگر کسی اور معاملے میں نہیں تو اس میں ضرور متفق ہو گئے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ باہم متحد ہو کر بنگال اور سی۔ پی میں وزارتیں قائم کریں۔ سوراجیوں نے دوعملی کو توڑ کر رکھدیا ہے۔ لیکن انڈیپنڈنٹ اور لبرلوں کو چاہئے کہ اس کو ازسرنو زندہ کر کے اس سے فائدہ اُٹھائیں۔

(رر)

لنڈن ۹ جنوری۔ چین کی صورت حالات کے متعلق ایک مضمون کے دوران لنڈن ٹائمز کا نامہ نگار مقیم پیکن لکھتا ہے کہ چین میں جلد ہی انتہا پسند حکومت بحال ہو جائیگی۔ جس کا بالشویکوں سے بڑا قریبی تعلق ہوگا۔ جو چین بھر میں سوویٹ گورنمنٹیں قائم کرینگے اور ٹیرف کانفرنس اور ایکسٹرا ٹریٹوریل کمشن کے سامنے اس مطلب سے ناممکن مطالبات پیش کرینگے تاکہ دونوں کا خاتمہ کر دیا جائے اور بعد میں عہدناموں کو چیر پھاڑ دیا جائے۔

(رر)

لنڈن۔ ٹائمز کا نامہ نگار مقیم ریگا رقمطراز ہے کہ سوویٹ گورنمنٹ نے اعلان کیا ہے کہ یوکرائن میں شاہی حکومت بحال کرنے کے لئے ایک سازش دریافت کی ہے جس میں جنرل رینگل اور گرینڈ ڈیوک نکولس پر شراکت کا الزام ہے۔

(رر)

بمبئی ۱۲ جنوری۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بمبئی کرانیکل کے ڈائرکٹروں نے کل اپنے اجلاس میں فیصلہ کیا ہے کہ مسٹر ہارنیمن بمبئی میں فوراً پہنچتے ہی بمبئی کرانیکل کے ایڈیٹر بنائے جائیں۔ چونکہ مسٹر ہارنیمن کے بمبئی کرانیکل کے ایڈیٹر بننے کی توقع ہے۔ اسلئے اس اخبار کی مانگ بڑھ گئی ہے۔

(رر)



عجیب خوف

مذکورہ بالا عنوان سے ایک مضمون اخبار تہذیب نسواں میں میری نظر سے گذرا۔ مضمون کے آخر میں مضمون نگار خاتون ناظرین تہذیب سے استدعا کرتی ہیں کہ کوئی بہن یا بھائی ایسی ترکیب بتائیں جس سے ایک چودہ سالہ لڑکی کا خوف جو اُسے پرندہ کا پر دیکھ کر ہوتا ہے جاتا رہے وہ اس درخواست کے ساتھ یہ بھی کہتی ہیں کہ یہ خوف اس لڑکی کے دل میں بچپن سے ہے جو کہ شاید کسی وقت پر کے ساتھ ڈرانے سے ہو گیا ہے۔

گو بہت سے ناظرین اس بات کو پڑھ کر فقط ہنس دینگے اور بہت سے لڑکی کو بزدل کہکر خاموش ہو جائینگے لیکن اگر سوچیں کہ لڑکی کو بزدل بنانے میں قصور کس کا ہے تو صاف جواب یہی ہوگا کہ لڑکی کے والدین کا خصوصاً اُسکی والدہ کا۔ اگر آپ کہیں کہ کس طرح؟ تو میں کہونگی کہ یوں۔

بچوں کو ڈرانا۔ بادی النظر میں یہ بات کچھ اہمیت نہیں رکھتی۔ لیکن اگر بغور بچوں کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو یہ ایک بڑا اہم مضمون ثابت ہوگا۔ یہ بات تو اسی طرح لاریب و یقینی ہے جس طرح سورج میں روشنی و گرمی کا ہونا کہ بچے کے دل پر ہر ایک بات کا بہت اثر ہوتا ہے اور جو باتیں زمانہ طفولیت میں اس کے دل پر اثر ڈال چکتی ہیں وہ عمر بھر ایک حد تک اُس کی فطرت ثانی بن جاتی ہیں۔ اسی طرح بچوں کے ڈرانے کو سمجھ لیجئے کیونکہ اکثر مائیں روتے بچے کو ڈرا کر چپ کرا دیتی ہیں۔ گو اُن کا مقصد تو یہ نہیں ہوتا کہ ہمارا بچہ بزدل ہو جائے لیکن نتیجہ کم و بیش یہی ہوتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ مذکورہ بالا نتیجہ تو شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ لیکن اس ڈرانے کا اثر کم و بیش مرتے دم تک انسان کی زندگی میں ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ گو اُس کی صورتیں ہر زمانہ کے مطابق مختلف شکلیں ہی کیوں نہ اختیار کرتی رہیں۔ لہٰذا بچے کی بہبودی کی اور باتوں کے پہلو بہ پہلو والدین کو اس بات کا بھی بڑا خیال رکھنا چاہئے۔ کہ بچوں کو کبھی کسی صورت میں خوفزدہ نہ کیا جائے۔

کیونکہ خواندہ و ان پڑھ والدین میں یہ فلسفہ کثرت سے رائج ہے کہ جب بچہ سال کا یا جب بھی وہ بات کو سمجھنے کے لائق ہو جاتا ہے۔ تو جب ضد کرتے وقت یا روتے وقت وہ چپ نہ ہوتا ہو تو اُسے ڈرا کر خاموش کرا دیا جاتا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ "کتے نے اس کو کاٹ لے" "یا ہوّا اسے لے جائے" یا کسی اور ہی چیز کو خوفناک بنا کر اسکے روبرو پیش کر دیتے ہیں۔ نیز میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ نہ صرف بچوں کو رونے و ضد کرنے سے باز رکھنے کے لئے کوئی نہ کوئی ڈراوا مقرر کیا جاتا ہے بلکہ اکثر ہنسی مذاق کے طور پر بھی بچوں کو خوفزدہ کیا جاتا ہے۔ اور اُن کے سہم جانے پر وہ سب جو موجود ہوں قہقہے لگاتے ہیں۔ میں اس امر کو بہت بُرا سمجھتی ہوں نہ صرف بُرا بلکہ ایک بیہودہ ظلم۔

بچپن تو خیر روتے اور ڈرتے گذر جاتا ہے۔ لیکن وہ اپنا کافی طور پر اثر چھوڑ جاتا ہے اور گو کہ بچپن کے ہوتے کو وہ ایک بے حقیقت چیز سمجھ کر اس سے بے خوف ہو جاتے ہیں: تاہم جیسا میں نے پہلے کہا اب زمانہ لڑکپن میں وہ خوف جو اُن کے ننھے و معصوم دل پر اثر کر چکا ہے کوئی نئی صورت اختیار کر لیتا ہے اور بچے اپنے اُس زمانہ لڑکپن کے تقاضا کے ڈراؤنی چیزوں سے خائف رہتے ہیں۔ اگرچہ بڑے و جوان ہونے پر وہ اپنے لڑکپن کے بیہودہ خوف پر خود ہی ہنسی بھی اُڑاتے ہوں۔

لیکن اگر آپ ذرا بھی گہری و باریک بین نظر سے اُن کے بچپن سے لیکر جوانی تک کے واقعات و خیالات پر نگاہ کریں تو آپ پر یہ پنہاں حقیقت فوراً بے نقاب ہو جائیگی کہ دراصل بچوں کے دلوں میں سے اصلی و حقیقی جرأت بہت کچھ کم ہو چکی ہے وہ اس زور و شور سے اُن کے دلوں پر حکومت نہیں رکھتی جتنی چاہئے تھی۔

وہ بچہ جو اپنی شروع زندگی ہی سے خوفزدہ کرنے والی ہوا میں سانس لیکر جوان ہوتا ہے۔ اس بچے کے مقابلہ میں کبھی ویسا ہی باہمت و بہادر نہیں ہو سکتا جو کہ اپنا زمانہ طفولیت اس بزدل بنانے والے اثر سے ناآشنا ہی گذار کر عالم جوانی تک پہنچ گیا ہو۔

اس بات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے میں دو بہنوں کے بچوں کا احوال لکھتی ہوں جو بالکل سچا و زمانہ حال ہی کا واقع ہے۔

سلیمہ و نعیمہ (فرضی نام) دونوں بہنوں کے پاس دو دو بچے ہیں جن میں بڑوں کی عمریں پانچ اور چھوٹوں کی عمریں تین تین سال کی ہیں۔ نعیمہ اپنے بچوں کو کبھی بھی کسی چیز سے نہیں ڈراتی۔ لیکن سلیمہ بچوں کو ہمیشہ خوفزدہ کر کے رونے سے خاموش کراتی ہے۔ نعیمہ کو اس اصول کے نہ برتنے سے بعض اوقات دیر تک رات کو جاگتے رہنا پڑتا ہے اور کئی دفعہ بچوں کو مارنے تک کی نوبت بھی آجاتی ہے۔ لیکن سلیمہ فقط ایک لفظ کہکر اپنے بچوں کو خاموش کرا لیتی ہے اور آرام سے سو جاتی ہے۔

ناظرین میں تو نعیمہ ہی کے اصول کو پسند کرتی ہوں اس میں تو شک نہیں کہ بچوں کو بہلا کر سونے سے باز رکھنے یا اُنہیں تھوڑی بہت بدنی سزا دینے میں نعیمہ کو تکلیف و بے آرامی برداشت کرنی پڑتی ہے۔ لیکن وہ حقیقی معنوں میں ماں کہلانے کی مستحق ہے۔ کیونکہ وہ اپنے آرام کی خاطر بچوں سے اُن کی فطرتی ہمت و بہادری چھین لینا نہیں چاہتی۔

ان دونوں کے بچوں میں ایک بدیہی فرق و فطرتی بہادری او ... بزدلی کا جو بدقسمتی اُن کے دلوں و دماغوں پر مسلط کرائی جا رہی ہے پایا جاتا ہے۔ نعیمہ کے بچے بالکل کسی امر سے خوفزدہ نہیں ہوتے اور رات کو اندھیرے میں بھی جس سے بچے بہت گھبراتے

ہیں پڑے پھرتے ہیں۔ برعکس اس کے سلیمہ کے بچے ہر چیز سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ چوہے سے بھی ڈرتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ دن کے وقت۔ اب آپ خود ہی اندازہ لگا لیں کہ جوان ہو کر حقیقی معنوں میں بہادر بچے کون سے ہونگے ؟ کیا وہ نہیں جو خوفزدہ ہونا نہیں جانتے۔

میں کہتی ہوں کہ ایک تولہ خالص سونا اُس دو تولے سونے سے جس میں ایک رتی بھر بھی ملاوٹ ہو بدرجہا بہتر ہے۔

زیب النساء لاہور

اشتہار ضروری

ناظرین نور افشاں کی خدمت میں یہ عمزدہ دست بستہ عرض کرتا ہے کہ میرا حقیقی بازو دو چھوٹا بھائی جسکی عمر تخمیناً ۲۰ یا ۲۲ برس کی ہے۔ رنگ گورا۔ قد لمبا۔ ناک اٹھی ہوئی۔ آنکھیں درمیانی۔ پوشاک اکثر دھوتی اور کوٹ اور صافہ پہنتا ہے۔ لڑائی پر عنقریب تین یا زیادہ سال تک نوکری کی ہے اور اس کی ایک ٹانگ میں تخنہ سے اوپر گولی لگی تھی سو قدرے لنگ کر کے چلتا ہے اور بائیں رخسار پر ایک داغ چیچک کا ہے اور اس کا نام جیمپر سی جارڈن ہے جو کہ عرصہ دو سال سے گھر سے غائب ہے۔ اگر کسی صاحب کو اُس کا پتہ ملے تو خاکسار کے پاس اُس کا پتہ بھیج دیگا۔ میں تازندگی شکرگذار رہونگا اور خدا آپ کے پشت در پشت کو برکت دیگا۔

میرا پتہ یہ ہے:-

ڈی سی جارڈن معرفت زنانہ ہسپتال

پیپل منڈی۔ آگرہ

اشتہار کتب اُردو

خدا کی پرستش کا بھید۔ مصنفہ پادری اسٹیڈرمرے صاحب۔ مہینہ بھر کے ہر روز کے لئے الٰہی عبادت پر دروس و نصائح صفحہ ۶۷ قیمت ۳ر

خوشحال کی دوسری انگس۔ پروفیسر ڈرمنڈ صاحب کی کتاب "بیکسٹری سیکنڈ انگس" کا ترجمہ صفحہ ۴۴ - ار

کوریہ کی طرف سے پیغام۔ ملک کوریہ میں ریوائول اور اس کے شاندار نظاروں اور نتیجوں کا روح پرور بیان صفحہ ۲۰ - ار

کلاڈیا کی حق شناسی جیمپر کی ریاست کے حاکم کا جیڈس کی بیٹی کلاڈیا کا مسیحی ہونا صفحہ ۱۵ ا خاکی سرورقیہ ار

خلاصہ تعلیم عیسوی۔ بطور سوال و جواب مسیحی دین کی تعلیم دی گئی ہے۔ صفحہ ۲۹ - ۳ پائی۔

خوشو قتے حقیقی و ظفر الایمان۔ موت تک مستقل الایمان رہنے کا حال نظم میں۔ صرف ۱۲ جلدیں رہ گئی ہیں - ۳ پائی

کھلے ہوئے راز۔ مسیح کی آمد ثانی کے متعلق دانیل ۲: ۴۴ و ۹ کی تشریح عوام کے لئے عموماً اور مسیحی کارندوں کے لئے خصوصاً صفحہ ۲۴ - ۳ر

کلام اللہ از روئے اسلام۔ بائبل کے بارہ میں محمد صاحب کا علم اور قدر و منزلت۔ اسلام میں مسئلہ کلام اللہ اور تاریخ کلام اللہ اور زمانہ حال میں بائبل کی تحریف و تنسیخ کا مسئلہ اور اس کا جواب صفحہ ۹۵ - ۴ر

کاغذی گراموفون۔ پریم بھجاؤں مسیحی عام مجالس اور شادیوں میں گانے کے لئے موزوں اور سنجیدہ اُردو اور پنجابی گیتوں غزلوں اور زبوروں کا نیا مجموعہ صفحہ ۴۸ - ۲ر

کامل مسیحی کاملیت پر ایک عمدہ اور دو رکیٹ ۳۲ صفحہ ۶ پائی پتہ

سکریٹری پنجاب رلیجس بُک سوسائٹی انارکلی۔ لاہور

یونگ کرسچن ہائی سکول لودھیانہ

یہ بورڈنگ مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے بہت عرصے سے جاری ہے مشن نے ابتدائی تعلیم کا اعلےٰ اور مکمل نظام کی غرض سے حصہ لوئر پرائمری کی تین جماعتیں ایک امریکن خاتون کی زیر نگرانی کر دی ہیں اور چار تربیت یافتہ خواتین اُنکی مددگار ہیں۔ اس سے چھوٹے بچوں کا انتظام بخوبی ہو گیا ہے نرخ فیس لوئر پرائمری سے ہائی تک سات روپیہ ماہوار ہے۔ کلاس فیس بحساب سرکاری نرخ ہے متفرق اخراجات کے لئے چار ماہوار فی طالب علم۔ کتابوں اور سٹیشنری کی قیمت اس کے علاوہ ہے۔ بموجب نئے انتظام چالیس فیصدی غیر مسیحی طلبا بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ اس سکول میں ہر قسم کا فرنیچر مثلاً میز کرسی الماری وغیرہ بھی تیار ہوتا ہے علاوہ ازیں جز گٹا ما ۵ سے ۵ سالہ تک کی کورس کو دل ۵ سے ۵ تک مزید حالات پرنسپل صاحب و ہیڈ ماسٹر صاحب سکول ہذا سے دریافت ہو سکتے ہیں۔

بیرنگ ہائی سکول بٹالہ

یہ سکول عرصہ دراز سے مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے جاری ہے اور شہر سے تقریباً ایک میل باہر ایک پر فضا اور صحت افزا مقام پر واقع ہے۔ اس کے متعلق ہوا دار بورڈنگ ہاؤس خوشنما کھیل کا میدان۔ لڑکوں کے غسل کے لئے ایک خوش وضع تالاب اور عبادت کے لئے ایک گرجا گھر جماعتوں کے لئے موزوں اور کافی کمرے ہیں سکول کے ماسٹر صاحبان لائق اور اعلےٰ تعلیم یافتہ ہیں چند لڑکوں کے داخل ہونے کی گنجایش ہے۔ لہٰذا اطلاع کیا جاتا ہے کہ داخل ہونے والے طلبا پتہ ذیل پر درخواستیں بھیجیں۔

المشتہر

پرنسپل بیرنگ ہائی سکول بٹالہ

ضلع گورداسپور

پادری ڈبلیو جے کلارک صاحب ایم اے مینیجر نور افشاں ایمپرس روڈ لاہور کے لئے پنجابی پریس لاہور میں باہتمام لالہ دیوان چند صاحب پروپرائٹر چھپا۔